سنہ ۱۹۷۳ء

نبی کا دین ہے اک امتحانِ فکر و نظر
کتاب حق کی زباں سے بیانِ فکر و نظر
در علوم کا در آستانِ فکر و نظر
زمیں پہ ختم رسل آسمانِ فکر و نظر

نظر میں سب ہیں مناظر جو حمد و ذکر میں ہیں
نقوش لوح بھی محفوظ ان کی فکر میں ہیں

یہ فکر، فکر بشر سے ہے مختلف اک نور
ہیں اس نظر کے مناظر نگاہ عام سے دور
ہماری فکر، ہماری نظر، قیاس و شعور
نبیؐ کی فکر، نبیؐ کی نظر، خدا کے امور

نبیؐ کی فکر و نظر غیب کی حقیقت ہے
یہ غیب فکر و نظر کی بشر کو دعوت ہے

نبیؐ کی فکر لقب جس کا وحی اور الہام
ہر اک جگہ ہے اَفَلا تَعقِلُون کا پیغام
بقدر عقل ہے سب سے تخاطب اسلام
بحدِ علم ہر اک سے تعلق احکام

غلط کہ تیغ کے جوہر سے دین پھیلا ہے
فقط علوم کے منبر سے دین پھیلا ہے

ہے ان علوم کا مرکز علوم کا عرفان
اسی کا نام شریعت میں، غیب پر ایمان
رسول ایسے مفکر کہ فارق و فرقان
یہ فکر ہے، یہ نظر ہے، کہ عَلَّمَ القرآن

حدیث حاصلِ مقصد ۔ تو وحی مقصد ہے
زبان خالق اکبر لبِ محمدؐ ہے

کلام غیب جو آیا وہ مصطفےٰؐ نے کہا
جو مصطفےٰؐ نے بتایا وہ مرتضیٰ نے کہا
جو مرتضیٰ نے سنایا وہ مجتبیٰ نے کہا
جو مجتبیٰ نے کہا شاہِ کربلا نے کہا

عجیب شان سے یہ معرفت کی شانیں ہیں
مآل ایک ہے بدلی ہوئی زبانیں ہیں

جوان زبانوں پہ آیا وہ آیت و تفسیر　　جوان کی فکر سے باہر وہ خار دامن گیر

سخن میں ان کے ہے لطف کلام رب قدیر　　جو بات ان کی سلونی۔ تو پُر نمک تقریر

رہے زباں سے جو گلریز ہر زمانے میں

عمل کے پھول کھلے علم کے گھرانے میں

یہ بات کے پکے دھنی۔ ان کو تھی یہی اک دھن　　کہ سُن کے وہ بھی تو سمجھیں دماغ جن کے ہیں سُن

ہر ایک ان میں خطیب فراز منبر کُن　　امام نطق۔ رسول بیاں۔ خدائے سخن

جو تلخیاں بھی ہوتیں، لذت بیاں نہ گئی

میان قید بھی آزادیٔ زباں نہ گئی

حکومتوں نے اگر کی کبھی زباں بندی　　ہجوم غم میں زباں روک لی بخورسندی

مگر گھٹی نہ ہدایت کی آرزومندی　　معین کار ہوئی قدرت خداوندی

دعا کی شکل میں تبلیغ و رہنمائی کی

خدا کے ذکر میں بندوں کی ناخدائی کی

اسی عمل کا نمونہ ہے سیرت سجّاد　　دعا میں رشد و ہدایت طریقت سجّاد

زبور آلِ محمد فصاحتِ سجّاد　　خلیل بتکدۂ شام حضرت سجّاد

ہزار قلب و جگر پر پڑے تھے تیشۂ غم

مگر دبا نہ کسی سے یہ شیر بیشۂ غم

نبیرۂ اسد کردگار ہیں سجاد　　جلالت شہ دلدل سوار ہیں سجاد

حشم میں ہاشم گردوں وقار ہیں سجاد　　یزیدیت کے لیے ذوالفقار ہیں سجاد

قدم میں دم ہے شہ دستگیر کی صورت

علی ہیں یہ بھی جنابِ امیر کی صورت

وہ تھا گھٹے ہوئے بازو میں زور وہ طاقت　　کہ جس کی شیر دلوں کے دلوں پہ تھی ہیبت

ہوئی نہ اتنی کسی ماں کے لال میں ہمت　　جوان سے بڑھ کے یہ کہتا کہ کیجیے بیعت

حسینؑ اگرچہ اسی معرکے کو جھیلے تھے

مگر وہ پھر بھی بہتّر تھے یہ اکیلے تھے

یہ ہیں مجاہد راہ خدا شجاعِ ازل — جو بل کرے کوئی موذی ابھی نکالیں بل
لیے ہوئے سپرِ عزم اور تیغِ عمل — جہادِ حق میں رہے صبح و شام حسب محل
جہاں اصول کی بات آئی اس لڑائی میں
سمٹ کے خون علی آگیا کلائی میں

شجاع ایسے کہ جب تک ہوئے نہ تھے بیمار — صلاح لیتا تھا عباس سا علمبردار
کیے تھے رن میں دفاعی جو مورچے تیار — کہا تھا آکے انھیں سے کہ وارثِ کرار
کرو جو رد و بدل کچھ ہر آئنہ کر لو
محاذِ جنگ کا چل کر معائنہ کر لو

یہ بہرِ دید گئے، مشورہ دیا نہ دیا — وہ تھے چچا یہ بھتیجے، کسی کو دخل ہے کیا
یہ تھے امام تو وہ جانشیں شیرِ خدا — ہر ایک خورد کے استاد تھے وہ ان کے سوا
ہنر انھیں جو علومِ نبی کے در سے ملے
تو ہاتھوں ہاتھ انھیں جد کے فن پدر سے ملے

خلیل پاک کا ترکہ ہے ان کی تاب و تواں — رگوں میں نفسِ پیمبر کا خون ہے جولاں
وہ ضرب تھی جو عبادت دو جہاں سے گراں — ملا ہے ارث امامت میں اس کا زور بھی ہاں
جو تپ نہ ہوتی تو عشرے کو حشر ڈھا دیتے
ابوتراب کی صورت زمیں ہلا دیتے

مغالطے میں نہ ڈالے وہ گریہ و زاری — کسی کا خوف بجز کبریا نہیں طاری
یہ جانشین نبی، یہ خلیفۂ باری — بڑھے جو حد سے کوئی آپ حد کریں جاری
زراہِ خلق پیمبر مزاج ہیں سجاد
مگر لہو میں علی امتزاج ہیں سجاد

سجود عشق میں ہر دم ہیں سیدِ سجاد — جبھی تو آپ مجسم ہیں سیدِ سجاد
عمل کی رو سے مکرم ہیں سیدِ سجاد — بتا رہی ہے نظر ہم ہیں سیدِ سجاد
جو داغ سجدہ جبیں پہ ہے بدر کی صورت
تو زلف مصحف رخ میں ہے قدر کی صورت

دمِ قیام، اقامت فدا ہے قامت پر   رکوع میں ہوں تو رکعت گلے ملے جھک کر
سجود اٹھ کے جبیں چوم لے جھکائیں جو سر   قعود بیٹھے دو زانو ادب سے پیشِ نظر
نماز میں جو قدم بوس یہ مصلّٰے ہے
نہ کربلا ہے نہ عرش اور پھر معلّٰی ہے

یہ رعب و داب کا عالم تھا گو چڑھا تھا بخار   جو آئے قتل کو لرزہ چڑھا انہیں ہر بار
تپ شدید سے غرق عرق تھا جسم نزار   عرق کی موج میں طوفان نوح تھا بیدار
جھلک تھی خونِ یداللہ کی پسینے میں
رسول کا تھا کلیجہ علیؑ کے سینے میں

عمل میں علم میں حیدر ہیں سید سجّاد   علی کا نقش مکرر ہیں سید سجاد
امین نسل پیمبر ہیں سید سجاد   حسین خلد ہیں، کوثر ہیں سید سجاد
وہ نوح کشتیِ امت ہیں مصطفٰے کی قسم
نبی کی آل میں آدم ہیں یہ خدا کی قسم

جو ہرزہ گرد ہیں گردانتے ہیں وہ بھی انہیں   جو حق شناس نہیں، جانتے ہیں وہ بھی انہیں
جو کچھ نہ مانے کبھی، مانتے ہیں وہ بھی انہیں   جو مانتے نہیں پہچانتے ہیں وہ بھی انہیں
عبادتوں کے شرف جن کو اک معما ہیں
وہ معترف ہیں کہ یہ اسم بامسمّٰی ہیں

دعائیں ان کی ہیں یا کارساز کی باتیں   میانِ عاشق و معشوق ناز کی باتیں
حقیقت ابدی سے مجاز کی باتیں   وہ بے نیاز سے راز و نیاز کی باتیں
سب ان کے وردِ ائمہؑ کا بھی وظیفہ ہیں
نہیں رسول مگر صاحبِ صحیفہ ہیں

نبیؐ کی فکر ہے ان کا بیان صلِ علیٰ   وہی دہن وہی لب اور زبان صلِ علیٰ
حسنؑ حسینؑ کے دل اور جان صلِ علیٰ   علیؑ کی شان، محمد کی آن صلِ علیٰ
ولی بھی جس کے موالی ہیں وہ ولی دیکھو
نبی کے چوتھے خلیفہ ہیں یہ علیؑ دیکھو

درقبول ہے ان کا رِواق صلِّ علیٰ   درود و حمد سیاق و سباق صلِّ علیٰ
یہ زہد و کلفت ما لا یُطاق صلِّ علیٰ   گلے میں طوقِ قیادت ہیں طاق صلِّ علیٰ

علیؑ ہے نام بھی اور یوں بھی ہیں ولی سجاد
ہر اعتبار سے ہیں دوسرے علیؑ سجاد

وہ سر پہ بارِ امامت وہ پاؤں میں زنجیر   نحیف اور جلالت کی سر بسر تصویر
وہ صبر و شکر سے تبلیغ دینِ عالم گیر   بشر کے بھیس میں گویا ہے سیرتِ شبیرؑ

اسیرِ ظلم بھی تھے سطوتِ حسینؑ بھی تھے
یہ ایک وقت میں عابدؑ بھی تھے حسینؑ بھی تھے

علیؑ تھے جیسے شہنشاہِ ذوالمنن کے بعد   حسنؑ تھے جیسے امامِ صنم شکن کے بعد
حسینؑ جیسے تھے نامِ خدا حسنؑ کے بعد   ہر اک شرف میں یہ ایسے ہیں پنجتنؑ کے بعد

ملی ہے حشر سے حد آپ کے عزائم کی
کہ منتظر ہے قیامت انہیں کے قائمؑ کی

عبائے کہنہ میں زین العباد و فخرِ عباد   مرید ان کے ملائک یہ دو جہاں کی مراد
جسد تھا قید، ضمیر و زبان و دل آزاد   جہاد ان کا عبادت، عبادت ان کی جہاد

جہاں بھی تھے یہ بہر حال راہِ عشق میں تھے
شریکِ معرکۂ کربلا دمشق میں تھے

وقوعِ معرکۂ کربلا کے بعد کا دور   وہ اک زمانۂ تاریخ ساز ۔ سازشِ جور
وہ زر خرید خلیفہ بہر طریقہ و طور   زبان و قلب و ضمیر و نگاہ و جراتِ غور

جو کہتے کچھ تو زباں قطع ایک دم ہوتی
جو لکھتے کچھ تو قلم کی زباں قلم ہوتی

دلوں میں تیر فضائل کے گھاؤ تھے گہرے   جو بندشیں تھیں زباں پر تو گوش پر پہرے
بھرے ہوئے تھے جو زہر نفاق سے زہرے   بناوٹی تھے وہ گونگے بنے ہوئے بہرے

بیاں کو لب نہ ہلانے کی وہ زباں دیتے
اذاں بھی کہتے تو کانوں میں انگلیاں دیتے

وفا کے حلق پہ چلتی تھی تیغ جور و جفا — نبی کے دین کی صورت بدلتی تھی دنیا
گھرے تھے ایسی فضا میں علیِ زین عبا — کہیں تو خود ہوں فنا چپ رہیں تو حق ہو فنا

ضرور تھا کہ اعادہ ہو روحِ خیبر کا
علومِ ختمِ رسل کا شکوہ حیدر کا

نبی کے عزم کی پھر وقت کو ضرورت تھی — بجز مریض کسی میں کہاں یہ ہمت تھی
یہ قامتِ تپ و لرزہ میں استقامت تھی — مرض نہ تھا وہ حیاتِ عمل کی صورت تھی

تصورات سے ذوقِ طلب زیادہ تھا
بشر کے قلب میں اللہ کا ارادہ تھا

نفاق و کفر بڑھے تھے پرے جمائے ہوئے — جو دل سے دل تو قدم سے قدم ملائے ہوئے
یہ دبدبے سے ہر اک شور و شر دبائے ہوئے — خدا کے دین کو چھاتی سے تھے لگائے ہوئے

عدم کی سیل میں ڈوبے وہ طنطنے بہہ کر
علی بڑھے جو ادھر سے علی علی کہہ کر

اٹھائی تیغ نہ پہنی زرہ نہ خون بہا — مگر وغا سے جو ملتا، ملا بغیر وغا
خطاب و وعظ و خطابت کا چونکہ اذن نہ تھا — دعا کی شکل میں بتلائی ہر مرض کی دوا

اندھیری رات میں لوگ ان سے ذکرِ رب سنتے
بلند ہوتی تھی آواز جس کو سب سنتے

حیاتِ قوم کے ضامن تھے جو امورِ عظیم — دعا میں ان کی بھی ڈنکے کی چوٹ دی تعلیم
کفیلِ قوت و طاقت جو زر کی ہے تقسیم — یہ چاہتی ہے معاشی و عسکری تنظیم

دعا میں کہہ گئے جو راہِ حق کا راہی ہو
فضول خرچ نہ ہو، شیر دل سپاہی ہو

بغیر نظمِ معیشت محال تھا جینا — تو اک دعا میں یہ کہہ کر دکھایا آئینہ
الٰہی مجھ کو عطا کر وہ دیدۂ بینا — کہ دخل و خرج کا پہلے بناؤں تخمینہ

دکھائے تو کوئی ایسی مثال پہلے کی
یہ فکر آل ہے چودہ سو سال پہلے کی

ــــ بجٹ

نہ قرض مانگے کبھی میری غیرتِ علوی ۔۔۔ بقدرِ دخل رہے خرچ میں میانہ روی
کروں نہ صرف، نہ جب تنگ ہو احتیاج قوی ۔۔۔ زبانِ حال میں جس طرح قافیے میں روی

یہ سب نکات دعائے ادائے قرض میں ہیں
فروعِ دین ہیں، فرضی نہیں ہیں فرض میں ہیں

پھر اک جگہ جو گھرے کافروں میں اہلِ ثغور ۔۔۔ نہ تھا کوئی جو سکھاتا جہاد کے دستور
دعا میں زین عبا نے کہا کہ ربِّ غفور ۔۔۔ یہ شہر و دور مسلماں کو دے وہ فہم و شعور

کریں خود اپنی مدد اور تجھے بھی یاد کریں
ضعیف گھر میں رہیں اور جواں جہاد کریں

سلاحِ جنگ کو یوں اور یوں کریں صیقل ۔۔۔ رسد بھی چاہیے آغازِ جنگ سے اوّل
کھڑے ہوں مخبر و جاسوس ہر قدم ہر پل ۔۔۔ شریکِ معرکہ ہوں مال و زر سے اہلِ دُوَل

محاذِ جنگ پہ دنیا بھی اور دین بھی ہو
کہ اتحاد بھی تنظیم بھی یقین بھی ہو

یہ اتحاد، یہ تنظیم یہ یقین جو آج ۔۔۔ زمانے بھر میں ہے رائج فقط بطورِ رواج
نہ شاعروں کی ہے جدت نہ قائدوں کا مزاج ۔۔۔ ہے اس کی فکر جو تھا ابنِ صاحبِ معراج

جو آج اہلِ بصیرت کے ہاتھ آئے ہیں
یہ دُر نبیرہ درِ نجف سے پائے ہیں

دعا سے ان کی کوئی اب جلے کہ ہاتھ ملے ۔۔۔ یہ باغِ علم و عمل کے تھے پھول پھولے پھلے
پسر تھے ان کے جو زہرا کی گود کے تھے پلے ۔۔۔ نبی کے ذہن سے سوچا، چلن علیؑ کے چلے

جلال و زہد کے قائل تھے نیک بھی بد بھی
یہ اپنے وقت کے حیدر بھی تھے محمدؐ بھی

نبی کے خُلق کے وارث، یہ خلق کے مختار ۔۔۔ حرم کے قافلے میں حق کے قافلہ سالار
زمینِ شام سے پوچھو جلال و جاہ و وقار ۔۔۔ بندھے تھے ہاتھ مگر صدق کے علم بردار

یہ ترجمانِ فروع و اصول بن کے گئے
امام وقت تھے بالکل رسول بن کے گئے

نبی کا سلسلۂ علم و سیرت و اقوال
بیان غیر تھا کچھ، اور کچھ روایت آل
مگر شہید ہوئے جب حسین صدق مقال
انھیں کے ساتھ ہوا دفن سب وہ ماضی حال

اگر نہ حضرت عابد کی ذات رہ جاتی
تو ہر حدیث میں غیروں کی بات رہ جاتی

اگر نہ عابد ذی جاہ سے جری ہوتے
تو پھر نہ باقرِ علمِ پیمبری ہوتے
نہ فقہ جعفر صادق نہ جعفری ہوتے
نہ شہر علم، نہ حیدر، نہ حیدری ہوتے

خدا کے دین کی تذلیل ہو کے رہ جاتی
کتاب پاک بھی انجیل ہو کے رہ جاتی

یہ ایسے عقدہ کشا جب تھے بیڑیوں میں اسیر
تو آ گئی تھی وہ منزل بھی اک بڑے امیر
ٹپک رہا تھا نظر سے جلال خیبر گیر
بھرے تھے غیظ میں یہ پاؤں پڑی تھی زنجیر

جو منہ تھا سرخ تو رخسار تمتمائے ہوتے
ہزبر جیسے بپھرتا ہے چوٹ کھاتے ہوئے

اگرچہ سارے مقاتل میں ہجر رقم یہ بات
یزیدیوں کی زبانی مگر ہیں تفصیلات
جو مختلف ہیں بمنشائے شاہ دفرقِ رُوات
انھیں تو کام ہی تھا خلط ملط سحر رن رات

رہے وہ شک میں عقائد ہی جن کے کچے ہیں
یہ ڈر لگے تو ہیں جھوٹوں سے پھر بھی سچے ہیں

اگرچہ اصل خبر میں نہیں ہے جائے کلام
مگر ہے غیر کے لفظوں میں واقعہ یہ تمام
قضا کی لوح پہ محفوظ ہے کلامِ امام
بس اب تو گوشِ عقیدت ہے اور لب الہام

زراہِ فکر سوئے شام جا رہا ہوں میں
اساسِ صدق پہ اک گھر بنا رہا ہوں میں

مری زباں میں بیانات اہل جور سنو
روایتوں کا جو ہے ماحصل بغور سنو
سخن کی طرز سنو گفتگو کا طور سنو
بتول سننے کو تشریف لائیں، اور سنو

حضور آئیں تو رحمت کا بھی نزول ہوا
ہزار شکر مرا مرثیہ قبول ہوا

کھلی جو چشم تصور، زمیں ہوئی ہموار — مٹے۔ جو ریب و گمان و شکوک کے تھے غبار
نظر پڑا وہ یزید اور وہ بھرا دربار — کہ جس میں سات سو کرسی نشیں ادراک بیمار
شراب و ساز، خلافت تبار محفل میں
یہ ذہنیت کے ہیں آئینہ دار محفل میں

وہ رعب و دبدبۂ سلطنت وہ جاہ و حشم — وہ چوبدار سِناں میں لیے قدم بقدم
مہیب ان کی وہ شکلیں، نفس بھی صاعقہ دم — کرے جو چوں بھی کوئی۔ گرز کھائے سر ہو قلم
لیے یزید سے وہ قتل کے نوشتے تھے
وہ جیسی روح تھی ویسے ہی وہ فرشتے تھے

یہ حکم تھا کہ ابھرنے نہ دیں صدائے ضمیر — جو بات حق ہو وہ منہ سے نہ کہنے پائے ضمیر
نہ تیوریوں کی شکن سے بھی ہو ادائے ضمیر — نفاق کے تھے معلم وہ سب برائے ضمیر
پھرے جو تخت سے دنیا بھلی بری پھر جائے
گلے پہ جراتِ اخلاق کے چھری پھر جائے

بایں تجمل شاہی نگاہ حاکم شام — اٹھی بچشم خماریں سوئے امام انام
بصد غرور حکومت کیا شقی نے کلام — کہو خیال ہے کیا اے حسین کے گلفام
جو خیر خواہ بنے کچھ نہ کچھ صلا پایا
حسین نے مری بیعت نہ کی تو کیا پایا

یہ لفظ سنتے ہی بپھرا جو وارث کرّار — تو پہرے والوں کے ہاتھوں سے گر پڑے ہتھیار
لرز رہا تھا جو غصے کی تھرتھری سے بخار — تو بیڑیوں کی گئی دور دور تک جھنکار
کہا ڈپٹ کے طریق بیاں سنبھال شقی
حسین اور تری بیعت۔ زباں سنبھال شقی

ذلیل کیا کوئی ناچار مجھ کو سمجھا ہے — نحیف و عاجز و بیمار مجھ کو سمجھا ہے
کچھ اپنی طرح سے فرار مجھ کو سمجھا ہے — عمر سے پوچھ یہ سو بار مجھ کو سمجھا ہے
قیامت آئے جو غصے میں آستیں الٹوں
ابھی بندھے ہوئے ہاتھوں سے میں زمیں الٹوں

نہ لے حسین کا نام اپنے ساتھ بد تہذیب ‏ ‏ ‏ حسینؑ پیکر صدق و صفا ہیں تو کذیب
وہ اپنے جد کے توسّل سے کبریا کے حبیب ‏ ‏ ‏ خدا کی خلق میں تیرے سلف خدا کے رقیب

سناں کی نوک پہ بھی اُن کے ساتھ میں قرآں
نفاق دل میں ترے اور ہاتھ میں قرآں

بھلا حسین کا اعزاز تو نے پایا ہے ؟ ‏ ‏ ‏ ترے لیے بھی ۔ بذبحٍ عظیم ۔ آیا ہے ؟
نبیؐ کو تو نے بھی ناقہ کبھی بنایا ہے ؟ ‏ ‏ ‏ کسی ملک نے بھی جھولا تجھے جھلایا ہے ؟

ارے بتا ترا نانا جہاں کا ہادی ہے ؟
زباں سے بول تری ماں رسول زادی ہے ؟

ترے گھرانے میں کوئی فلک جناب ہوا ؟ ‏ ‏ ‏ کسی دلیر کا شیر خدا خطاب ہوا ؟
جہاں میں کس کا پدر مالک الرقاب ہوا ؟ ‏ ‏ ‏ کسی کا باپ زمیں پر ابو تراب ہوا ؟

ہمارے جد کو تو بندے خدا سمجھتے ہیں
نبیؐ سے پوچھ ترے جد کو کیا سمجھتے ہیں

علی نبی کے برادر بھی، دل کا چین بھی تھے ‏ ‏ ‏ در علوم بھی خیبر کی زیب و زین بھی تھے
فروغ بدر بھی تھے فاتح حنین بھی تھے ‏ ‏ ‏ اور ان کے بعد حسن بھی تھے پھر حسینؑ بھی تھے

وہی چلن تھے وہی طرز کارزار بھی تھی
علی کا زور بھی قبضے میں ذوالفقار بھی تھی

ذہم کو بھی شہ مرداں کی شان سو وہ لڑے ‏ ‏ ‏ دم دفاع بڑی آن بان سے وہ لڑے
جو خود اُدھر سے بڑھا اس جوان سو وہ لڑے ‏ ‏ ‏ پہل نہ کی کبھی جس پہلوان سے وہ لڑے

امام وقت تھے خود امتحان لیتے تھے
کسی کو جُرم سے پہلے سزا نہ دیتے تھے

مچا تھا شور کہ دیکھا نہ شہسوار ایسا ‏ ‏ ‏ ملک بھی جس کے جلو میں ہیں اقتدار ایسا
فلک رکاب پہ جھک جائے ذی وقار ایسا ‏ ‏ ‏ کسی کی تیغ نہ ایسی نہ راہوار ایسا

یہ مصطفےٰ کی نشانی ، وہ یادگار علیؑ
یہ ذوالجناح پیمبر ، وہ ذوالفقار علیؑ

پھری وہ جس پہ جہاں سے وہ نابکار چلا — اُسی نے وار دیا سر کو جس پہ وار چلا
لپک کے آ گئی جس پر وہ سوئے نار چلا — سقر کو شوم طویلے کو راہوار چلا
پکاری روح کوئی شے نہ میرے ساتھ چلی
میں جیسے آئی تھی ویسے ہی خالی ہاتھ چلی

جگر تپاں تھے ہر اک جاں الم سے تفتہ تھی — زباں کیا کہ صدا بھی گلو گرفتہ تھی
سقر کی سمت کو عمر رواں بھی رفتہ تھی — کبھی ہلال وہ تھی گہہ مہ دو ہفتہ تھی
کوئی نظر نہ ٹھہرتی تھی ضو کا حال یہ تھا
چمک سے فوج کو کاہش ہوئی کمال یہ تھا

وہ یوں حریف سے لیتی تھی جان جیسے قرض — خم فلک میں اماں کو چھپا تھا خطۂ ارض
حلال رزق ملے کچھ۔ صیام کی تھی یہ عرض — نماز کہتی تھی مجھ پر ہے تیری طاعت فرض
جہاں ہو تو میں ترا احترام کرتی ہوں
چلائے جو تجھے اس کو سلام کرتی ہوں

پکارا صور کہ جھنکار ہو تو ایسی ہو — لہو کی نہر بہی دھار ہو تو ایسی ہو
خدا کے ہاتھ کی تلوار ہو تو ایسی ہو — جہاں یہ آئی ہے سرکار ہو تو ایسی ہو
خود اس کو مان گئے جبرئیل ایسی تھی
پروں کی اصل نہ سمجھی اصیل ایسی تھی

بشر تو کیا ہیں فرشتوں کو یاد تھی اس کی — جو تھا ارادۂ حق وہ مراد تھی اس کی
عجیب شان بوقت جہاد تھی اس کی — یہ قدر تھی کہ قضا خانہ زاد تھی اس کی
کبھی وغا میں اجل کا نہ کوئی داؤ چلا
اسی کے سائے میں پیک قضا بھی پاؤں چلا

حسام شاہ سے ناری غضب میں گھر کے مرے — تری سیاہ سے آنکھوں کی طرح پھر کے مرے
سوار خون میں مچھلی کی طرح تر کے مرے — ہزار مر کے گرے، دو ہزار گر کے مرے
اجل کی رو میں ہزاروں کنارِ جُو سے بہے
لہو تنوں سے بہا اور تن لہو سے بہے

یہ رنگ دیکھتے ہی بیدلوں کے دل بھاگے ‏ دغا کا نقش یہ بیٹھا کہ بدعمل بھاگے
جو چل سکے نہ قدم سے وہ سر کے بل بھاگے ‏ نہیب شیر سے آہو کی طرح یل بھاگے
یہ تیغ پھینک کے جامہ سمیٹ کے بھاگا
وہ ہاتھ جوڑ کے دامن لپیٹ کے بھاگا

پکارتا تھا یہ پیاسا نہ جاؤ تھم کے لڑو ‏ جو دھوپ تیز ہو تو سائے میں علم کے لڑو
عرب نہیں ہو تو انداز سے عجم کے لڑو ‏ پھر آؤ کھیت میں دو چار ہاتھ جم کے لڑو
تمہیں جگانے کو خود جاگنے کو آئے تھے !
دغا کو آئے تھے یا بھاگنے کو آئے تھے !

مچا تھا شور کہ یہ حشر اٹھا کے دم لیں گے ‏ بنائے شر کو جہاں سے مٹا کے دم لیں گے
پروں کو سوخ ہوا پر اڑا کے دم لیں گے ‏ خدائی ٹوٹ پڑے تو بھگا کے دم لیں گے
وہ اک تو غیظ میں حیدر کے لالہ فام کی جنگ
وہ دوسرے پئے حق تیسرے امام کی جنگ

دکھا رہا تھا سلف کا جو خون اپنا اثر ‏ فرار خیبر و بدر و احد کا تھا منظر
یہ سن کے غیظ میں جھلا گیا وہ بانی شر ‏ دیا یہ حکم کہ اس خوش بیاں کا کاٹ لو سر
مخدرات یہ سنتے ہی جان کھونے لگیں
مریض خستہ جگر سے لپٹ کے رونے لگیں

بلک بلک کے جو رو دئے تمام اہل حرم ‏ بنا یزید کا دربار مجلس ماتم
کلیجہ تھامے تھیں ہاتھوں سے زینب پرغم ‏ پکارتا تھا دل مضطرب کہ ہائے ستم
وہ چپکے چپکے طمانچوں کے ڈر سے روتا ہے
صغیر سن مرا باقر یتیم ہوتا ہے

عجب نہیں یہ کہا ہو کہ یا علی فریاد ‏ پھنسی ہے تازہ مصیبت میں آپ کی اولاد
مریض پر یہ ستم ناتواں پہ یہ بیداد ‏ تمام گھر تو لٹا رہ گیا ہے اک سجاد
نہ ہو جو یہ بھی تو دکھیوں کا کون ہے بابا
نہ چھوٹا بھائی نہ اکبر نہ عون ہے بابا

عماریاں وہ سیہ پوش وہ نبی کے حرم — چھٹی ردائیں سروں پر گواہ ظلم و ستم
مریض قافلہ سالار دل شکستۂ غم — لیے تھا دوش مبارک پہ اک سیاہ علم
وہ بی بیوں کی فغاں ہائے دل کے چین حسین
کبھی بُکا، کبھی نوحہ، کبھی حسین حسین

فغان و مجلس و ماتم میں کاٹ کر وہ سفر — وطن کے پاس پکاری یہ دختر حیدر
سلام لے مرے نانا کے بلدۂ انور — مدینۂ نبوتی! آپ مجھے قبول نہ کر
تمام اپنے عزیزوں کو کھو کے آئی ہوں
میں کربلا میں بھرے گھر کو رو کے آئی ہوں

دلا نہ یاد مجھے وہ سوئے سفر جانا — وہ محملوں کے قریں بھائی جان کا آنا
قنات روک کے عباس کا مجھے لانا — وہ ہاتھ تھام کے ناقے پہ آپ بٹھلانا
پھری ہوں یوں کہ وہ سب اقربا بھی سر پہ نہیں
یہ دن ہے آج کہ ثابت ردا بھی سر پہ نہیں

اُدھر نبیؐ کے مدینے میں عید گھر گھر ہے — یہ شور ہے کہ وطن میں ورود سرور ہے
خوشی میں کوئی جواں محوِ ذکر اکبر ہے — کسی کو شوقِ جمالِ نشانِ حیدر ہے
یہی ہے غل کہ شہ مشرقین آتے ہیں
چلو مزارِ نبی پر حسین آتے ہیں

محلۂ بنی ہاشم میں جب گئی یہ خبر — تو جمع ہو گئیں سب عورتیں بتول کے گھر
کسی نے ہنس کے کہا۔ شکر خالق اکبر — کوئی یہ فاطمہ صغرا سے بولی چلا کر
مریض تیرے مسیحا پھرے مبارک ہو
شفا ہوئی ترے بابا پھرے مبارک ہو

سفر سے بنت علی شاد کام آتی ہیں — وطن میں خواہر شاہ انام آتی ہیں
حرم میں ہو کے ذوی الاحترام آتی ہیں — تمہاری مادرِ عالی مقام آتی ہیں
ہر ایک شے کو ابھی دیکھ بھال لو صغرا
وہ ننھے بھائی کا جھولا نکال لو صغرا

کسی نے حضرت ام البنیں سے ہنسکے کہا مبارک آپ کو اے زوجۂ ولی خدا
سفر سے آپ کا عباس شہ کے ساتھ پھرا دعائیں دے کے پکاری وہ ثانی سارا
خدا کا شکر کہ زہرا کا نونہال پھرا
بڑی خوشی تو یہ ہے فاطمہ کا لال پھرا

قریب آئی ادھر عترت جناب امیر وہ گرد راہ رخوں پر وہ غم سے حال تغیر
کبھی فغاں تو کبھی ذکر ظلم فوج شریر قدم قدم پہ یہ پیہم پکارتا ہے بشیر
سفر میں فاطمہ کے نور عین قتل ہوئے
مدینے والو تمہارے حسین قتل ہوئے

قیامت آئی جدھر کو یہ بے دیار آئے غم حسین میں بیتاب و بے قرار آئے
جناب عابد بیمار اشک بار آئے مزار احمد مرسل پہ سوگوار آئے
بکا سے روضہ عالی وقار ہلنے لگا
فغاں وہ کی کہ نبی کا مزار ہلنے لگا

کوئی پکاری کہ نانا فلک ستائی ہوں میں شرم سے یہاں آنے میں تھرتھرائی ہوئی
یہ نذر آپ کے روضے پہ لے کے آئی ہوں تمہارے . . . . کی سنانی لائی ہوں
یہ لیجیے مرے بھائی کا سر . . . ہے
لہو بھرا ہوا یہ آپ کا عمامہ ہے

کسی کا غل تھا کہ بازار میں گئی نانا سُتُر پہ بلوۂ کفار میں گئی نانا
غضب ہے مجلس مے خوار میں گئی نانا یزید نحس کے دربار میں گئی نانا
شقی کی بزم میں کیا کیا نہ شور و شر دیکھا
ہزار ناریوں نے مجھ کو ننگے سر دیکھا

کسی نے فاطمہ صغرا سے بھی یہ جاکے کہا نبی کی قبر پہ اُتری ہے آل خیر الورا
یہ سنکے گھر سے چلی دختر امام ہدا وہ شاد حضرت ام البنیں وہ خوش صغرا
یہاں جو آئیں تو کچھ اور ہی سماں دیکھا
کہ چند بی بیوں کو مائل فغاں دیکھا

نبی کی قبر پہ وہ بے قرار بیٹھتی ہیں — الم میں خاک بسر دلفگار بیٹھتی ہیں
فغاں میں سینہ و سر بار بار پیٹتی ہیں — سیہ لباس میں وہ سوگوار بیٹھتی ہیں
الم میں دیکھنے والوں کی جان کھپتی ہے
لحد پہ ایک ضعیفہ تو یوں تڑپتی ہے

یہ اس سے کہنے لگی فاطمہ جگر افگار — تمہارے حال پہ بی بی نہ صبر ہے نہ قرار
کہاں سے آئی ہو کیا نام ہے میں تم پہ نثار — خبر ہو کچھ تو کہو حال سید ابرار
سنا تھا ہم نے کہ تشریف لا رہے ہیں حسین
کہیں ٹھہر گئے یا گھر کو آ رہے ہیں حسین

شناخت کرکے یہ بولیں بدرد و رنج و تعب — ارے مجھے نہیں پہچانتی ہو تم بھی اب
رسولِ رب کی نواسی ہوں بنت ضیغم رب — میں واری فاطمہ تیری پھوپھی ہوں میں زینب
بدل گئی مری صورت وہ غم شدید ہوئے
میں قید میں گئی ، بابا ترے شہید ہوئے

سفر میں قاسم بے پر بھی مر گئے صغرا — پھوپی کے دونوں دلاور بھی مر گئے صغرا
مرے جواں علی اکبر بھی مر گئے صغرا — تمہارے ننھے برادر بھی مر گئے صغرا
سنانیوں نے جگر رکھ دیا جو برما کے
گری زمین پہ صغرا مریض غش کھا کے

لحد پہ شور فغاں سے بپا ہوا محشر — تڑپ کے رہ گئیں ام البنین خستہ جگر
سنی خلاف توقع جو کربلا کی خبر — عصا کو ٹیک کے اٹھیں جلال میں بھر کر
کہا یہ دختر زہرا سے کیا نہ تھا عباس
یہ ظلم ہو گئے اور دیکھتا رہا عباس

شہید ہو گئے مقتل میں سب یہ ماہ لقا — سر اس نے کیوں نہ کٹایا بجائے شاہ ہدا
مجھے پسر نے الٰہی کہیں کا بھی نہ رکھا — میں اب بتول کو کیا منہ دکھاؤں گی مولا
قسم خدا کی یہ تقصیر میں نہ بخشوں گی
جو یوں ہوا ہے تو پھر شیر میں نہ بخشوں گی

وہ رو کے بولیں کہ اماں یہ بات لب پہ نہ لاؤ　　وہ میرے بھائی کے شیدا تھے اُن پہ طیش نہ کھاؤ
مرے اخی کی محبت مجھے نہ یاد دلاؤ　　یہ دیکھو بیٹھی ہیں بھابی انھیں گلے سے لگاؤ
وہ مرتے مرتے مطیع امام بن کے رہے
یہ لونڈی بن کے رہیں وہ غلام بن کے رہے

بہو کی سمت بڑھیں یہ جو ہاتھ پھیلا کر　　قدم پکڑنے کو رو کر اٹھی وہ خستہ جگر
گلے لگا کے یہ بولیں۔ نثار میں تجھ پر　　مرے حسین پہ تو نے فدا کیا شوہر
نبی کی قبر پہ زہرا بھی جان کھوتی تھیں
نسیم ساس بہو یوں لپٹ کے روتی تھیں